Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:5 (1966)

سرسیّد احمد خان اَور دیوبند

گاہے گاہے باز خواں ایں قصّہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

مولانا حکیم فضل الرّحمٰن سواتی ثم مدراسی

میری عمر کم و بیش ۱۴ برس تھی میرے استاد جو میرے والد بزرگوار کے شاگرد بھی تھے، میں ان سے شرح جامی پڑھ رہا تھا کہ ان کو ایک خط موضع چارسدّہ ضلع پشاور سے ان کے استاد ملّا دوست محمّد خاں قندھاری کے پاس سے ملا کہ فوراً چلے آؤ، جمعہ کے روز یہاں ایک عظیم الشان فاتحہ خوانی ہے۔ اس میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ خط دیکھتے ہی آپ جانے کے لئے آمادہ ہو گئے، میں بھی ساتھ ہو گیا۔ دوسرے روز صبح آٹھ بجے چارسدّہ پہنچے، یہاں جامع مسجد جا کر دیکھا۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں تلاوتِ قرآنِ پاک میں مشغول تھے ہم بھی تلاوت کرنے لگے۔ ملّا دوست محمّد خاں صاحب نے کہا کہ علی گڈھ کے سر سیّد احمد خاں صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، یہ قرآن خوانی ان کے حق میں ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ "وہ تو نیچری تھے وہ ایسی فاتحہ خوانی کے قائل نہ تھے پھر ان کے حق میں یہ فاتحہ خوانی کیوں کی جاتی ہے"۔ ملّا دوست محمّد نے کہا کہ ہم بھی پہلے ان کو نیچری ہی سمجھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند جب قائم ہوا تو میں اس میں داخل ہوا اور تعلیم پانے لگا۔ دارالعلوم کے جملہ اساتذہ اور طلباء سر سیّد احمد خان کو بہت بُرا بھلا کہتے تھے کہ وہ اسلام کے حامی نہیں ہیں بلکہ حکومتِ برطانیہ کے حامی و ثنا خواں ہیں اور یہ بھی سنتا تھا کہ علی گڈھ والے دیوبند والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس لئے میرے دل میں سر سیّد احمد خان صاحب سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ آٹھ سال

لہ ماہنامہ "برھان" دہلی بابت ستمبر ۱۹۶۶ء سے شکریے کے ساتھ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

تو یونہی گزر گئے۔ جب میں فارغ التحصیل ہو گیا تو ایک دن سرسیّد کی تفسیرِ قرآن میری نظر سے گزری جس نے علمائے دیوبند کو بہت برافروختہ کر رکھا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت مولانا محمدؒ قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اس تفسیر میں وہ کون سے مقامات ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں، انھوں نے ان مقامات کو دکھایا تو میرے دل میں سرسیّد کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ کیونکہ اس تفسیر میں جن و شیاطین اور ملائکہ کا انکار تھا۔ میں سخت طیش میں آ گیا! اور تفسیر کو بغل میں رکھ اور بڑی مضبوط لکڑی ہاتھ میں لے سرسیّد کا سر پھوڑنے کی غرض سے علی گڑھ روانہ ہو گیا۔ علی گڈھ پہنچ کر کالج پہنچا اور پوچھا کہ سرسیّد احمد کہاں ہیں؟ کسی نے کہا کہ سامنے جو کمرہ دکھائی دیتا ہے وہ اس میں بیٹھے ہیں، میں جب اس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ گھنی اور لمبی داڑھی، چہرہ خوب صورت اور بارُعب، شیروانی اور پاجامہ زیب تن ہے، میں نے السلام علیکم کہا اور پوچھا کہ سرسیّد احمد کہاں ہیں، میں ان سے ملنے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ان سے آپ کا کیا کام ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں، میں نے کہا "دیوبند سے آیا ہوں اور یہ تفسیر جو ان کی تصنیف ہے اس کے متعلق ان سے گفت گو کرنی ہے"۔ انھوں نے کہا "آپ تشریف رکھیئے"۔ اور ادھر چپراسی سے کہا کہ ٹھنڈا شربت بنا کر انہیں پلا دو۔ چپراسی نے فوراً تعمیل کی، گرمی کے دن تھے اس لئے ٹھنڈا شربت پیتے ہی میرا جوش فرو ہو گیا۔ اور دل میں جو خیال تھا کہ سرسیّد کا سر پھوڑوں گا وہ تو خیال دل سے جاتا رہا۔ اب صرف گفت گو کا خیال باقی رہا۔ اتنے میں ایک نوجوان جو کوٹ پتلون میں ملبوس تھا، سرسیّد نے اس سے کہا کہ "دیکھو یہ صاحب دیوبند سے آئے ہیں نسلاً تو افغان معلوم ہوتے ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں جب سے ہمارا کالج قائم ہوا ہے دیوبند کا کوئی عالم یا فارغ التحصیل یہاں نہیں آیا ہے۔ یہ پہلا اتفاق ہے جو ملّا صاحب تشریف لائے ہیں"۔ یہ سنتے ہی وہ نوجوان مجھ سے بڑی محبت سے پیش آیا اور میری دست بوسی کی، اس کے بعد سرسیّد نے مجھ سے کہا کہ اس نوجوان کو کچھ نصیحت کیجئے۔ یہ کالج میں انگریزی کی تعلیم پا رہا ہے۔ علومِ دینیہ سے واقف نہیں، میں نے کہا میں کوئی مقرر نہیں ہوں، میں دارالعلوم میں آٹھ سال تعلیم پا کر اب فارغ التحصیل ہوا ہوں سند پا کر وطن جانے کے ارادے میں تھا کہ یہاں آ گیا، انھوں نے فرمایا کہ تقریر کی کوئی ضرورت نہیں ہے آج کی رات شبِ معراج ہے، معراج کے بارے میں کچھ کہیئے۔ اس پر میں نے وہ طویل حدیث بیان کرنا شروع کر دی جو کتبِ احادیث میں ہے، میں نے کہا رات کے وقت حضرت جبرئیلؑ براق لے کر آئے حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سوار کرا دیا اور ایک لحظہ میں بیت المقدس پہنچے، وہاں

تمام انبیاء علیہم السّلام جمع تھے آپ نے امامت کی پھر اوپر آسمانوں کی طرف پرواز کی، جب سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو حضرت جبریلؑ یہاں رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلالیا اور اپنے آپ کو انہیں دکھادیا اور تمام امور شرعیہ سے آگاہ کر دیا، وہ نوجوان یہ تمام باتیں سن کر بہت برافروختہ ہوا، اور بولا، ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ عیسوی اور یہودی مذہب میں ہی خلاف عقل باتیں ہوتی ہیں۔ اسلام میں ایسی باتیں جو خلافِ عقل ہوں، نہیں ہوتیں، یہ سن کر مجھے اس نوجوان پر بہت غصہ آیا لیکن سرسیّد کا رُعب مجھ پر ایسا طاری تھا کہ میں کچھ نہ بولا، اب سرسیّد نے مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو تفسیر ہے اسے کھول کر دیکھئے۔ آیت معراج کے تحت اس میں کیا لکھا ہے؟ اس تفسیر کو غور سے دیکھئے اور اس نوجوان کو بھی سُنا دیجئے، چنانچہ میں نے اسے دیکھا اس میں درج تھا کہ معراج جسمانی نہ تھی بلکہ روحانی تھی اور یہ روایت حضرت عائشہؓ اور بعض دوسرے صحابہ سے مروی بتائی گئی تھی، یہ سُن کر نوجوان آمنا وصدقنا پکارنے لگا۔ اب سرسیّد نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، "ملّا جی! یہ کتاب میں نے ان طلباء کے واسطے لکھی ہے جو انگریزی کی تعلیم پا رہے ہیں، مذہب کی کوئی بات خلافِ عقل ہو تو یہ تسلیم نہیں کرتے، آپ نے جو حدیث سنائی، اس کے حرف حرف پر میرا عقیدہ ہے "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" بالکل صحیح ہے ملائک جو آسمانوں پر ہیں، ایک لحظہ میں زمین پر اتر جاتے ہیں اور ہمارے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم چند منٹوں میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے اور اپنے محبوبِ پاک سے ملاقی ہوئے پھر جنت اور دوزخ کا بھی اچھی طرح معائنہ کیا یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر میرا ایمان اور یقین کامل ہے۔ میں علمائے دیوبند کو ورثۃ الانبیاء کہتا ہوں، ان سے کہیئے کہ وہ مجھے اپنا بھائی خیال کریں" انما المومنون اخوۃ" یہ کالج میں نے اس لئے قائم کیا ہے کہ حکومت مسلمانوں پر نظرِ عنایت مبذول رکھے اور انھیں دشمن نہ سمجھے، ہندو بھائیوں نے تو حکومت میں اچھا اقتدار حاصل کیا ہے، اب اگر ہم حکومت کا اعتماد حاصل نہ کریں گے تو حکومت میں کوئی جگہ نہ ملے گی، بیس اور کالج کے اساتذہ اور طلباء مذہب سے روگرداں نہیں ہیں، جب کالج قائم ہوا تو اُس وقت میں نے جو تقریر کی تھی، اس میں یہ الفاظ تھے کہ کالج کے طلباء کے سر پر قرآن ہوگا اور سیدھے ہاتھ میں احادیث ہوں گی اور بائیں ہاتھ میں دینوی علوم کی کتابیں۔ آپ علمائے دیوبند سے پوچھئے کہ میری تفسیر میں کیا کوئی ایسی بات ہے جو شیخ ابوعلی سینا کی کتابوں میں موجود نہ ہو، شیخ ابوعلی سینا کی تصانیف تو دارالعلوم کے نصابِ تعلیم میں داخل ہیں اور مجھے ناحق ملحد کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی

میں سرسیّد احمد خان سے بغلگیر ہوگیا۔ اور صاف الفاظ میں کہا کہ آپ اپنی بات پر قائم رہئے میں علمائے دیوبند کو آپ کے خیالات سے اچھی طرح سے آگاہ کردوں گا اور وہ لکڑی جو اُن کا سر پھوڑنے کے لئے میرے ہاتھ میں تھی، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے باہر پھینک دیا اور ریلوے اسٹیشن روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر عالی جناب سرسیّد احمد خان کی جانب سے ایک آدمی نے آکر دیوبند کا ٹکٹ لے کر مجھے دیا اور میری جیب میں پانچ عدد اشرفیاں ڈال کر چل دیئے اور کہا کہ یہ اشرفیاں دیوبند سے افغانستان جانے کا خرچہ ہے۔ میں جب دیوبند آیا تو علماء سے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ سرسیّد احمد خان تو علمائے دیوبند کی بڑی عزت کرتے ہیں اور آپ لوگوں کو ورثۃ الانبیاء کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد علمائے دیوبند کو علی گڈھ والوں سے جو نفرت تھی اس میں بہت فرق آگیا۔ پھر میں دیوبند سے پشاور آیا اور چارسدّہ میں مقیم ہوں اور ضلع پشاور اور کوہاٹ اور بنوں میں جو طلباء انگریزی تعلیم پا رہے ہیں ان کو علی گڈھ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجتا ہوں جو طلباء میرا نام علی گڈھ میں سرسیّد احمد خان کے سامنے لیتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے ہم تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں تو ان کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی تھی۔

سرسیدؒ نے مولانا محمد قاسمؒ بانی دیوبند کی وفات پر علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں یہ کلمات لکھے تھے:۔

"زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا، لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے، نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے ..... مسائل خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے، مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے، ہم مولوی محمد قاسم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو، خواہ کسی سے خوشی کا ہو، کسی طرح ہوائے نفس یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر کہ تھے، بلاشبہ للّٰہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے۔"

(مقالات سرسید حصہ ۷)